''حضرت جابر بن عبداللہؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''کعب بن اشرف کے خلاف میری کون مدد کرے گا؟ بلاشبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی''۔ اس پر محمد ابن مسلمہ کھڑے ہوئے اور بولے ''اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کر دوں؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' چنانچہ وہ عباس ابن جابرؓ اور عباد ابن بشرؓ کے ہمراہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ (بخاری، جلد دوم، صفحہ 88)''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

(توہین رسالت ﷺ کے مقدمہ کا تاریخی پس منظر)

مسلمان اپنے آقا و مولا حضور سرور عالم ﷺ کے نام و ناموس پر مرمٹنے اور اس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے ہیں۔ اس پر تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی ایسی شہادت موجود ہے جو مسلّمہ حقیقت بن چکی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو خواہ وہ ایشیا ہو یا یورپ' افریقہ ہو یا کوئی اور خطہ ارض' مسلمانوں کو جہاں بھی اقتدار حاصل رہا' وہاں کی عدالتوں نے اسلامی قانون کی رو سے شاتمانِ رسول ﷺ کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ اس کے برعکس' جب کبھی یا جہاں ان کے پاس حکومت نہیں رہی' وہاں جاںنثارانِ تحفظ ناموس رسالت ﷺ نے غیر مسلم حکومت کے رائج الوقت قانون کی پروا کیے بغیر گستاخان رسول ﷺ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے مسکراتے تختہ دار پر چڑھ گئے۔

برصغیر پاک و ہند میں برطانوی دورِ استعمار سے قبل' حتیٰ کہ مغل شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتم رسول ﷺ کو سزائے موت دی گئی۔ لیکن جب اس ملک پر سازشوں کے ذریعہ انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہوگیا تو انہوں نے توہین رسالت ﷺ کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا۔ پھر انگریز حکومت ہی کی شہ پر جب ہندوؤں' آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی ذاتِ گرامی پر حملے کرنے شروع کر دیئے تو مسلمانوں نے شاتمانِ رسول ﷺ کو قتل کر کے' اقرار جرم کرتے ہوئے دارورسن کی روایت کو از سرنو زندہ کیا۔

مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہرؒ کی تحریک پر اس وقت کی قانون ساز اسمبلی نے 1927ء میں ایک معمولی سی دفعہ 295 اے کا تعزیرات ہند میں اضافہ کیا' جس کی رو سے توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ مقرر ہوئی' لیکن اس سے مسلمانوں کی اشک شوئی نہ ہوسکی۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد یہ توقع تھی کہ یہاں توہین رسالت ﷺ کے جرم کی شرعی سزا' سزائے موت کا قانون پھر سے بحال ہو جائے گا' لیکن کسی بھی مقننہ یا حکومت کو اس بارے میں پیش رفت کرنے کی توفیق

نصیب نہ ہوئی' اسی اثناء میں اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لیے سازشوں کا جال سارے ملک میں پھیلا دیا۔ زرخرید ایجنٹوں کے ذریعہ یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک کٹر کمیونسٹ مشتاق راج کی مثال دی جا سکتی ہے' جس کی خدمات روس کی حکومت نے حاصل کیں۔ مشتاق راج نے 1983ء میں Heavenly Communism (آفاقی اشتمالیت) نامی ایک کتاب لکھی جو ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مفت تقسیم کی گئی۔ یہ کتاب راقم الحروف تک بھی پہنچائی گئی۔ اگرچہ میں مصنف کے مبلغ علم سے واقف تھا' مگر یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کتاب میں کمیونزم کا مذہبی نقطہ نظر سے کس طرح جائزہ لیا گیا ہے' میں نے کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا' جیسے جیسے کتاب کو پڑھتا گیا' میری قوتِ برداشت جواب دیتی چلی گئی۔ مجھ پر غم وغصہ کی جو کیفیت طاری ہوئی' وہ ناقابل بیان ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ تمسخر کیا گیا تھا' بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ دینی پیشواؤں کو ''مذہبی شیطان'' کہا گیا' انبیائے کرام علیہ السلام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کیے گئے اور انتہا یہ ہے کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے نہایت صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان زون) کا اجلاس طلب کیا' جس میں پاکستان کے نامور علمائے دین کے علاوہ بیرون ملک سے عالم اسلام کے دو ممتاز سکالر ڈاکٹر ربیع المدخلی اور پروفیسر سعید صالح نے بھی شرکت کی' سب علماء کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے' لہذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے اور بغیر کسی تاخیر کے توہین رسالت ﷺ کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کر دیا جائے' تاکہ آئندہ کسی بدبخت کو اہانت رسول اللہ ﷺ کی جرات نہ ہو سکے۔ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن اور بار کونسل نے بھی راقم کی تحریک پر مشتاق راج کو بار کی رکنیت سے خارج کر دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسے گرفتار کر کے عبرتناک سزا دی جائے اور اس ناپاک کتاب کی ساری کاپیاں فوری ضبط کر لی جائیں۔ اہل لاہور کو جب اس کتاب کی اشاعت کا علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے اور حکومت نے امن وامان کی صورت حال اور بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کے پیش نظر اسے زیر دفعہ 295 اے گرفتار کر لیا' کیونکہ تعزیراتِ پاکستان میں اس وقت تک توہین رسالت ﷺ جیسے سنگین اور انتہائی دل آزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی۔ ملک عزیز کے تمام مکاتب فکر کے علماء' وکلاء' بار ایسوسی ایشنز اور دینی تنظیموں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس سلسلہ میں فوری طور پر قانون سازی کی جائے۔

پاکستان کے قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور اس کی حمایت میں اداریئے لکھے' بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیانِ پاکستان کے اس مطالبہ کا نوٹس لیا اور شیخ غیاث محمد صاحب' سابق اٹارنی جنرل کی تحریک پر حکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت ﷺ اور ارتداد کی سزا' سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس کے باوجود حکومت وقت نے اس نازک مسئلہ کو مستحق توجہ نہیں سمجھا' لہٰذا راقم الحروف نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنروں کے خلاف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 ڈی کے تحت 1984ء میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء' سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان' سابق وزرائے قانون' سابق اٹارنی جنرل' سابق ایڈووکیٹ جنرل' لاہور ہائی کورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان سمیت ایک سو پندرہ شہریوں کو شامل کر کے شریعت پٹیشن نمبر 1 / ایل 1984ء دائر کی۔ مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا' عدالت نے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کر دیئے تھے۔ کمرۂ عدالت اور اس کے باہر ہر روز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کارروائی کی سماعت کے لیے موجود ہوتا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب وغریب واقعات پیش آئے' جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابل ذکر ہیں۔ اس پٹیشن میں سابق جج لاہور ہائی کورٹ جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق بحیثیت فریق اول ہمارے ساتھ شامل تھے' جبکہ دوسری طرف سے ان کے صاحبزادے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے جو اس وقت ایڈووکیٹ جنرل تھے' (موصوف آج کل سپریم کورٹ میں جسٹس ہیں) پیش ہوئے۔ میں نے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس تاریخی مقدمہ میں باپ بیٹا ایک دوسرے کے مقابل ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے شریعت پٹیشن کی مکمل طور پر حمایت کی اور تمام صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز نے بھی اس پٹیشن کی تائید میں دلائل پیش کیے اور عدالت سے درخواست کی کہ اس درخواست کو منظور کر لیا جائے' لیکن ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو مرکزی حکومت پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے' عدالت میں بڑا ہی حیرت انگیز متضاد موقف اختیار کیا' انہوں نے ہمارے اس موقف سے اتفاق کیا کہ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے' لیکن یہ قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں ہے' اس لیے یہ شریعت پٹیشن لائق سماعت نہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے پیش نظر ایک اور مسئلہ بھی تھا کہ آیا شاتم رسول ﷺ کی سزا کا معاملہ قانون ساز اسمبلی سے متعلق ہے یا فیڈرل شریعت کورٹ اس بارے میں وفاقِ پاکستان کو حکم نامہ جاری کرنے کی مجاز ہے۔ بہر حال فریقین

کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا۔اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا' ماہ جولائی 1984ء میں ایک خاتون ایڈووکیٹ عاصمہ جہانگیر نے' اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے جو سامعین اور امت مسلمہ کی دل آزاری کا باعث تھے' جس پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہوگیا' جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربرآوردہ علماء اور وکلا کی جانب سے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول ﷺ کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پٹیشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی جذبہ سے سرشار خاتون مرحومہ آپا نثار فاطمہؒ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور پھر راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ' 295 سی کا بل جس کی رُو سے شاتم رسول ﷺ کی سزا' سزائے موت تجویز کی گئی' پیش کیا اور اس سلسلہ میں اس وقت کے وزیر قانون وانصاف جناب اقبال احمد خاں سے ملاقات کی لیکن انہوں نے اس بل کی حمایت سے اس لیے معذرت کا اظہار کیا' کیونکہ قرآن میں اس کی سزا مقرر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مضحکہ خیز صورتِ حال اس وقت پیدا ہوئی' جب یہ خبر ملی کہ کئی اسلامی ذہن رکھنے والے اراکین اسمبلی بھی اس بل سے پوری طرح متفق نہیں تھے' کیونکہ وہ توہین رسالت ﷺ ایسے سنگین جرم کے لیے صرف عمر قید ہی کی سزا کو کافی سمجھتے تھے' لیکن جب یہ بل اسمبلی میں جنت مکانی آپا نثار فاطمہ مرحومہ نے پیش کیا تو مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کے پیش نظر انہیں اس کی مخالفت کی جرأت نہ ہوسکی' البتہ وزارتِ قانون کی طرف سے اس بل میں یہ ترمیم کردی گئی کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا' سزائے موت یا عمر قید ہوگی' اس طرح دفعہ 295 سی کا تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ کردیا گیا۔ لیکن' چونکہ اس دفعہ سے راقم الحروف' مرحومہ آپا نثار فاطمہ' علمائے کرام' وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے' اس لیے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں 295 سی کو راقم الحروف نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بناء پر چیلنج کردیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں حکومت ہی نہیں' بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی سوئی کی نوک کے برابر کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی' جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو بھی معاونت کی دعوت دی گئی۔ بعض علماء کا خیال تھا کہ یہ قابل معافی جرم

ہے اور بعض نے یہ بھی کہا کہ حاکم وقت سزائے موت سے کم تر سزا بھی دینے کا مجاز ہے۔ اس مقدمہ کی سماعت لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ جو جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس، جناب جسٹس عبدالکریم خاں کندی، جناب جسٹس عبدالرزاق تھیم پر مشتمل تھا، کے سامنے ہوئی۔ منجملہ دیگر علمائے کرام کے مولانا مفتی غلام سرور قادری، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف اور جناب سید ریاض الحسن نوری قابل ذکر ہیں۔ مولانا حافظ یوسف صلاح الدین جو جماعت اہل حدیث کے محقق عالم ہیں، کا پہلی شریعت پٹیشن میں موقف تھا کہ شاتم رسول کا جرم ناقابل معافی جرم ہے، لیکن بعد میں انہوں نے دوسرے یعنی موجودہ مقدمہ کی پٹیشن کے دوران بحث کرتے ہوئے اپنے پہلے موقف سے رجوع کرتے ہوئے جرم مذکورہ کو قابل معافی بتلایا، جبکہ مولانا مفتی غلام سرور قادری شاتم رسول ﷺ کو ردہ یعنی ارتداد کی بناء پر واجب القتل تو سمجھتے تھے، لیکن اسے قابل معافی جرم بھی قرار دیتے تھے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے ڈپٹی اٹارنی جنرل میاں عبدالستار نجم پیش ہوئے۔ وہ بھی اس جرم کو قابل معافی جرم قرار دیتے تھے اور اس کو وہ منشائے رسول ﷺ سمجھتے تھے، اس کے برعکس حکومت پنجاب کی جانب سے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل جناب نذیر احمد غازی اور جناب جلال الدین خلد، حکومت سرحد کی جانب سے میاں محمد اجمل جو بعدازاں پشاور ہائی کورٹ کے فاضل جج مقرر ہوئے، سندھ اور بلوچستان کی طرف سے وہاں کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرلز نے ہمارے موقف کی مکمل تائید اور حمایت کی۔ ان کے علاوہ جناب ریاض الحسن نوری مشیر وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی سزا کے اسلامی احکام سے منافی ہونے کے بارے میں اپنے دلائل بھی پیش کیے۔ سندھ کی حکومت نے بھی شاتم رسول ﷺ کی سزا، سزائے موت تسلیم کی، لیکن عمر قید کی سزا کی مخالفت نہیں کی۔

توہین رسالت ﷺ کے مقدمہ میں علمائے کرام، صوبوں کے اسسٹنٹ اور ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرلز اور دیگر وکلاء صاحبان کے علاوہ عاجز کو رفیق محترم جناب ڈاکٹر ظفر علی راجہ ایڈووکیٹ کی شب و روز معاونت حاصل رہی ہے، جس میں ان کا خلوص اور ملی حمیت کا جذبہ کارفرما رہا ہے۔ بالآخر وہ ساعت سعید بھی آ گئی، جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر، اس گدائے شہ عرب وعجم کی پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت ﷺ کی متبادل سزا عمر قید، کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ 295 سی سے حذف کیا جائے، جس کے لیے 30 اپریل 1991ء کی مہلت حکومت کو دی گئی۔ اس مدت کے اختتام پر عمر قید کی سزا

حکم عدالت کی رو سے خود بخود حذف ہو کر غیر مؤثر ہو گئی۔ اس طرح نہ صرف اس عاجز، مرحومہ آپا نثار فاطمہ اور مولانا سید متین ہاشمی مرحوم کی بلکہ پوری امت مسلمہ کی دلی آرزو پوری ہوئی اور اس فیصلہ کی بدولت حضور رسالت مآب ﷺ کی ایک ایسی سنت تازہ ہوئی، جس پر تمام مسلمانوں کے ایمان کا دارومدار ہے، جس کے لیے فیڈرل شریعت کورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب گل محمد خاں اور ان کے تمام رفقائے کار جج حضرات پوری امت مسلمہ کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد، پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے جو نفاذِ اسلام اور قرآن وسنت کے قانون کی بالادستی کا منشور دے کر برسر اقتدار آئی تھی، سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی اور راقم الحروف کے نام وفاقی حکومت کے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ چوہدری اختر علی کا نوٹس بھی موصول ہو گیا، جس پر راقم نے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر سپریم کورٹ سے واپس لے، ورنہ مسلمانوں کے جذبات اس حکومت کے خلاف بھی مشتعل ہو جائیں گے اور اس حکومت کا بھی وہی انجام ہو گا، جو اس کی پیش رو حکومت کا ہو چکا ہے، جس نے اسلامی قوانین کو اپنی کابینہ میں ظالمانہ اور فرسودہ قرار دے کر قانونِ قصاص و دیت کو روکنے کی کوشش کی تھی، لیکن سپریم کورٹ نے راقم کی درخواست پر کابینہ کی اس کارروائی کا سختی سے نوٹس لے کر قانونِ قصاص و دیت کے خلاف گورنمنٹ کی اپیل کو مسترد کر دیا۔ اور پھر یہ حکومت غضب الٰہی کا شکار ہو کر نہ صرف خود اور اپنی کابینہ، بلکہ پوری اسمبلی کے ساتھ برخاست ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ وزیر اعظم پاکستان نے اس انتباہ کا بروقت نوٹس لیا اور برسر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہیں تھا، ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہ ہوتی اور اس جرم کی سزائے موت بھی کم تر سزا ہے، اس لیے یہ اپیل سپریم کورٹ سے فوری طور پر واپس لے لی گئی، جس کے بعد بفضل تعالیٰ اب پاکستان میں توہین رسالت ﷺ کی سزا بطور حد سزائے موت حتمی اور قطعی طور پر جاری ہو چکی ہے اور اسی قانون کے تحت سرگودھا کے ایڈیشنل سیشن جج نے گستاخِ رسالت مآب ﷺ کو اسی ماہ نومبر میں سزائے موت سنا دی ہے، جس میں ملزم کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا ہے۔ اس قانون کی بدولت اب کوئی شخص شاتم رسول ؐ کو خود کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے عدالت سے رجوع کرے گا۔ جہاں فریقین سے شہادت لی جائے گی، ملزم کو صفائی کا موقع دیا جائے گا، اس کے بعد اگر جرم ثابت ہو تو پھر مجرم کو سزا دی جائے گی۔

اگرچہ پاکستان میں شاتم رسولؐ کو قانون کی رُو سے واجب القتل قرار دیا جا چکا تھا' جس پر یورپ کی حکومتوں اور حقوقِ انسانی کی نام نہاد انجمنوں کی طرف سے بے جا اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں اردو داں طبقہ کے لیے اس فیصلہ کی اشاعت از بس ضروری تھی۔ میری کتاب "ناموسِ رسول ﷺ اور قانون توہین رسالتؐ" میں بھی اس فیصلہ کا اردو ترجمہ شامل ہے' جو برادر محترم جناب محمود عالم قریشی ایڈووکیٹ' جو بین الاقوامی ریسرچ سکالر کی قابل قدر سعی و کاوش کا نتیجہ ہے' عزیز گرامی محمد متین خالد خادم عالمی مجلس ختم نبوت نے اس فیصلہ کے اردو ترجمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے رفقاء بالخصوص محمد طاہر رزاق صاحب' محمد صدیق شاہ اور جناب محمد قدیر شہزاد کو اس کارِ خیر کی جزا اور ثواب سے سرفراز فرمائے' جنہوں نے اس فیصلہ کی پروف ریڈنگ اور اشاعت میں بہت تعاون فرمایا' اس فیصلہ میں مقدمہ کی ساری روئیداد' قرآن و حدیث کے حوالے اور ان سے استنباط موجود ہے' جس میں اجتہادی شان بھی نمایاں ہے' جسے پڑھنے کے بعد ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس فیصلہ کو ہم سب کے لیے وسیلۂ نجات بنائے اور ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

لاہور	دعا گو اور طالب دعا!
15 جمادی الاول 1413 ہجری	محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ
مطابق 11 نومبر 1992ء	26 رچنا بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور۔

❁---❁---❁

فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان

(فیصلہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(ابتدائی معلومات)

- جناب جسٹس گل محمد خاں چیف جسٹس۔
- جناب جسٹس عبدالکریم خاں کندی۔
- جناب جسٹس عبادت یار خاں۔
- جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم۔
- جناب جسٹس فدا محمد خاں۔

شریعت پٹیشن نمبر 6۔ایل۔سال 1987ء منفصلہ 30 اکتوبر 1990ء

محمد اسماعیل قریشی .... پٹشنر

بنام

حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور...... ریسپانڈنٹ

تاریخ ہائے سماعت: 26 تا 29 نومبر 1989ء، 4 تا 7 مارچ 1990ء

تاریخ فیصلہ: 30 اکتوبر 1990

فیصلہ

جناب جسٹس گل محمد خاں چیف جسٹس

یہ فیصلہ درخواست شریعت نمبر 1 / ایل 1984 اور درخواست ایس ایس نمبر 106 / 87 میں اٹھائے گئے (شرعی اور آئینی) نکتہ کے بارے میں صادر کیا جاتا ہے۔ درخواست گذار محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 سی کو ان درخواست ہائے شریعت کے ذریعہ چیلنج کیا ہے جو بذریعہ آرڈیننس 1988ء پاکستان میں نافذ کی گئی۔ قبل ازیں ایسی ہی ایک درخواست شریعت' سائل درخواست گذار نے عدالت ہذا میں دائر کی تھی (1) مگر اس کا فیصلہ ہونے سے پیشتر قانون ساز اسمبلی نے ازخود قانون (توہین رسالت ﷺ) میں ترمیم کردی اور متذکرہ بالا 295 سی پاکستان پینل کوڈ میں شامل کردی گئی' جس سے درخواست گذار مطمئن نہیں' اس لیے عدالت ہذا سے رجوع کیا گیا ہے (2) دفعہ 295 سی کا متن حسب ذیل ہے۔

دفعہ 295 سی: رسولِ پاک کے لیے اہانت آمیز الفاظ کا استعمال:

''کوئی شخص بذریعہ الفاظ زبانی' تحریری یا اعلانیہ' اشارتاً' کنایتاً' بہتان تراشی کرے اور رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے' اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔''

2۔ اس دفعہ کے خلاف صریح اعتراض یہ ہے کہ اس میں متبادل سزا' سزائے عمر قید ان احکاماتِ اسلامی کے خلاف ہے جو قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں دیئے گئے ہیں۔ جو نکتہ اعتراض اٹھایا گیا ہے' وہ یہ ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی شان میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی یا اہانت آمیز بات شرعی حد کے دائرہ میں آتی ہے اور اس کی سزا قرآن اور سنت میں بطور حد مقرر ہے جس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ فاضل ایڈووکیٹ نے اس سلسلہ میں سورۂ انفال کی آیت 13 اور سورۂ نساء کی آیت 65 پر حصر کیا ہے اور اپنے اس موقف کی تائید میں کہ توہین رسالت کی سزا صرف سزائے موت ہے اور کسی عدالت کو یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اس سے کم تر سزا یعنی عمر قید کی سزا دے۔ قرآنی آیات کے علاوہ احادیث نبوی کا حوالہ بھی دیا ہے۔

عدالت ہذا نے اس مقدمہ کی سماعت کے لیے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کیے اور فقہا حضرات سے بھی معاونت طلب کی۔ مقدمہ مذکور کی لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں متعدد تاریخوں پر سماعت ہوئی اور عدالت کو مندرجہ ذیل فقہا حضرات کا تعاون حاصل رہا۔

1- مولانا سبحان محمود صاحب

2- مولانا مفتی غلام سرور قادری صاحب

3- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

4- مولانا محمد عبدہ الفلاح صاحب

5- مولانا سید عبدالشکور صاحب

6- مولانا فضل ہادی صاحب

7- مولانا سعید الدین شیر کوٹی صاحب

مندرجہ بالا میں سے درج ذیل نے سائل کے موقف کی تائید کی، کہ اس جرم کی سزا صرف سزائے موت ہی ہے۔

1- مولانا سبحان محمود صاحب

2- مولانا مفتی غلام سرور قادری صاحب

3- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

4- مولانا محمد عبدہ الفلاح صاحب

5- مولانا سید عبدالشکور صاحب

6- مولانا فضل ہادی صاحب

مندرجہ ذیل نے مزید کہا کہ اگر مجرم توبہ کرے تو سزا موقوف کر دی جائے گی۔

1- مولانا سبحان محمود صاحب

2- مولانا مفتی غلام سرور قادری صاحب

3- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

تاہم مولانا سعید الدین شیرکوٹی نے کہا کہ کم تر سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

4- مولانا سبحان محمود نے قرآن مجید کی آیات 65:9اور 66 '33:57 '49:2 '2:217 '5:75 '39:1اور 65 '47:28 پر اعتماد کیا۔ انہوں نے کچھ احادیث اور فقہی آراء بیان کیں جن میں شاتم کو مرتد تصور کیا گیا ہے۔ انہوں نے مزید اس حدیث پر اعتماد کیا جو ابو قلابہؓ سے مروی ہے جس میں شاتم کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ انہوں نے قاضی عیاضؒ سے مروی حدیث پر بھی اعتماد کیا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''ہلاک کر دو اس شخص کو جو پیغمبر کو گالی دے اور اسے دُرے لگاؤ جو ان کے اصحاب کو گالی دے۔'' انہوں نے ان احادیث پر بھی اعتماد کیا جن کے مطابق رسول پاک ﷺ نے شاتم کو سزائے موت دی۔ انہوں نے فقہا کے اجماع کا بھی حوالہ دیا کہ شاتم کی سزا موت ہے۔ انہوں نے مزید موقف اختیار کیا کہ عمر قید کی سزا شاتم رسول عورت یا غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے۔

5- مولانا مفتی غلام سرور قادری نے آیات قرآنی 49:57 '9:65 اور 61:9,62 اور 42 '58:8 '33:57 '4:65 '2:104اور بعض احادیث پر اعتماد کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ شاتم کے لیے صرف سزائے موت ہی مقرر ہے' انہوں نے ان احادیث کے حوالے بھی دیئے جن میں رسول پاک ﷺ نے شاتم کو معاف کر دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے آیاتِ قرآنی اور احادیث رسول پاک ﷺ پیش کیں' یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اس نکتہ پر واضح ہیں کہ کس جرم میں توبہ قابل قبول ہے۔ مقتدر حنفی فقہا خصوصاً ابن عابدینؒ کے اقوال کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ انہوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ شاتم کی توبہ قابل قبول ہے اور یہی فقہائے حنفیہ کا ترجیحی نظریہ ہے۔

6- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے حنفی فقہا کے نظریہ پر اعتماد کیا کہ شاتم کی توبہ قبول کی جاسکتی ہے اور اس کے بعد اسے سزائے موت نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے آیاتِ قرآنی اور رسولِ پاک ﷺ کی احادیث کے حوالے بھی دیئے' بالخصوص ایک حدیث جو ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اس شخص کو قتل کر دو جو اپنا مذہب (اسلام) بدل دے۔'' ان کے مطابق شاتم چونکہ مرتد ہو جاتا ہے پس اسے سزائے موت دی جانی چاہیے۔ انہوں نے ابن تیمیہؒ کی رائے کا بھی حوالہ دیا کہ شاتم کی سزا موت ہے۔ انہوں نے امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے فتویٰ پر بھی اعتماد کیا (جس کے مطابق شاتم کی سزا قتل قرار دی گئی ہے)۔

7- مولانا محمد عبدہ الفلاح نے دوسری آیات کے ساتھ ساتھ اس قرآنی آیت 46:4 اور احادیث رسول پاک

ﷺ پر اعتماد کیا جن میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شاتم کی سزا موت مقرر فرمائی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم کی سزا موت ہے۔

8- مولانا سید عبدالشکور نے آیات 9:24 ‘33:57 اور 9:12 کا حوالہ دیا۔ انہوں نے احادیث رسول پاک ﷺ بھی پیش کیں کہ شاتم کی سزا موت ہے اور یہ کہ آپ ﷺ نے گستاخِ رسول کو سزائے موت دی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے کتاب ''الفقہ علیٰ مذاہب الاربعہ'' مصنفہ عبدالرحمٰن الجزیری جلد پنجم صفحات 274-275 اور ''ردالمختار'' جلد سوم صفحات 290-291 سے مختلف فقہا کی آراء بھی پیش کیں۔

9- مولانا فضل ہادی نے آیات 2:49 ‘33:57 ‘28 ‘58:22 ‘9:12 ‘9:65 اور 66 پر اعتماد کیا۔ انہوں نے رسولِ پاک ﷺ کی کچھ احادیث کا حوالہ بھی دیا جن میں شاتم رسول کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ انہوں نے فقہا کی آراء بھی پیش کیں کہ شاتم کی سزا موت ہے۔

10- مولانا سعید الدین شیر کوٹی نے قرآن شریف کی آیات 9:48 - 49: ‘3 ‘53-4:13-2:187 ‘229 اور 33:57 کے حوالے دیئے۔ انہوں نے متعدد احادیث بھی پیش کیں، جن میں رسول پاک ﷺ نے بعض گستاخانِ رسالتؐ کو سزائے موت دی اور بعض کو معاف بھی فرمایا۔ انہوں نے فقہا کی بہت سی آراء کا حوالہ بھی دیا خصوصاً جن کا ذکر مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب امدادالفتوئ جلد پنجم صفحات 166-168 پر کیا ہے۔

11- تقریباً تمام فقہا نے مندرجہ ذیل آیات پر اعتماد کیا ہے جو یوں ہیں:

''33:57۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے۔''

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''ہر چیز جو رسول پاک ﷺ کی ایذا کا سبب بن جائے، خواہ وہ مختلف معنی کے حامل الفاظ کے حوالہ سے ہو یا ایسے عمل سے جو آپ کی اذیت کے تحت آتا ہے۔'' (الجامع الاحکام جلد 14 صفحہ 238)

علامہ اسماعیل حقی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دینے کا مطلب، دراصل صرف رسول کو اذیت دینا ہے اور اللہ کا ذکر صرف

عظمت اور سرفرازی کے لیے ہے اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ رسول کو اذیت دینا' دراصل اللہ کو اذیت دینا ہے۔''

12- دوسری آیت جس پر اعتماد کیا گیا ہے' اس طرح ہے:

''61:9' 62۔ ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبی ﷺ کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے۔ کہو وہ تمہاری بھلائی کے لیے ایسا ہے' اللہ پر ایمان رکھتا ہے' اور اہل ایمان پر اعتماد کرتا ہے اور سراسر رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو تم میں سے ایماندار ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں' ان کے لیے دردناک سزا ہے۔''(61:9)

''یہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں' تاکہ تمہیں راضی کریں' حالانکہ اگر یہ مومن ہیں تو اللہ اور رسول اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ ان کو راضی کرنے کی فکر کریں''(62:9)

ابن تیمیہؒ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''آیت 62:9 اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانا' اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے۔''(الصارم المسلول ص 21,20)

13- ابن تیمیہؒ مزید لکھتے ہیں''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب شاتمانِ رسول ﷺ کے گروہ میں سے ایک شخص رسول ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے اس سے کہا''تم اور تمہارے دوست مجھ پر کیوں سب وشتم کرتے ہیں جس پر وہ شخص چلا گیا اور اپنے دوستوں کو لے آیا اور ان سب نے اللہ کی قسم کھائی اور کہا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو برا بھلا نہیں کہا۔ اس پر مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:۔

18:58 ''جس روز اللہ ان سب کو اٹھائے گا' وہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے کھاتے ہیں' اور اپنے نزدیک یہ سمجھیں گے کہ اس سے ان کا کچھ کام بن جائے گا۔ خوب جان لو' وہ پرلے درجہ کے جھوٹے ہیں۔''

19:58 ''شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد ان کے دل سے بھلا دی ہے۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو' شیطان کی پارٹی والے ہی خسارہ میں رہنے والے ہیں۔

یہ آیات مندرجہ ذیل آیت 20:58 سے منسلک ہیں۔

20:58 ''یقیناً ذلیل ترین مخلوقات میں سے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں۔''

14- اس طرح ان آیاتِ قرآن پاک سے بھی ظاہر ہے کہ یہ گالی دینے والے اور شاتم' اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں' جن کے متعلق قرآن کہتا ہے:

''اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو' میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں' پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور پور پور پر چوٹ لگاؤ'' (12:8)

''یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کیا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرے اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے۔'' (13:8)

''اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں وہ انہیں عذاب دے ڈالتا اور آخرت میں تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔'' (3:59)

''یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کیا اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے' اللہ اس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے۔'' (4:59)

چنانچہ یہ آیات واضح طور سے سزائے موت مقرر کرتی ہیں' ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں' جن میں شاتمانِ رسول ﷺ شامل ہیں۔

15- قرآن پاک اس ضمن میں مزید بیان کرتا ہے:

''اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں' اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمہیں اٹھا کھڑا کریں گے پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے۔'' (60:33)

''ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی' جہاں کہیں پائے جائیں گے' پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔'' (61:33)

16- قرآن پاک نے رسول ﷺ کی تعظیم اور تکریم ایک دوسرے طریقہ سے بیان کی ہے اور مسلمانوں کو اسے قائم رکھنے اور اس معاملہ میں احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے ورنہ ان کے اچھے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے۔ قرآن کہتا

ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو' اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو' جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''(2:49)

ابن تیمیہؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اس آیت میں مومنین کو اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے ان کی بلند آوازی ان کے اچھے اعمال کو غارت نہ کر دے اور وہ اس سے بے خبر ہوں۔''

17- قرآن کی مختلف آیات سے یہ واضح ہے کہ کفر اور ارتداد انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں۔ قرآن پاک کہتا ہے:

''لوگ پوچھتے ہیں ماہِ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو: اس میں لڑنا بہت برا ہے' مگر راہِ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد الحرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک' اس سے بھی زیادہ برا ہے اور فتنہ' خونریزی سے شدید ہے۔ وہ تو تم سے لڑتے ہی جائیں گے' حتیٰ کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں اس دین سے پھیر لے جائیں۔ (اور خوب سمجھ لو کہ) کہ تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا' اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔''(217:2)

''آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں' اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں' خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی' بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ ہو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔ اور جو کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہو گا۔''(5:5)

''یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ' وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے' رہنمائی کرتا ہے' لیکن اگر کہیں

ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا توان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔'' (88:6)

'' تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاءؑ کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔'' (65:39)

'' کیونکہ انہوں نے اس چیز کو نا پسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے' لہذا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔'' (9:47)

18- جناب رسالت مآب ﷺ کے خلاف الزام تراشی کو روکنے کے لیے قرآن پاک نے مومنوں کو ذو معنی الفاظ کے استعمال سے بھی منع فرمایا ہے' جیسا کہ یہودی رسولِ اکرم ﷺ کی اہانت کے لیے کرتے تھے۔ قرآن پاک کہتا ہے:

'' اے ایمان لانے والو' راعنا نہ کہا کرو بلکہ' انظرنا'' کہو اور توجہ سے بات کو سنو' یہ کافر تو عذابِ الیم کے مستحق ہیں۔'' (104:2)

مولانا محمد علی صدیقی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: '' یہود یہ لفظ رسولِ اکرم ﷺ کی اہانت کے لیے استعمال کرتے تھے۔ لفظ'' راعنا'' کے دو معنی ہیں' اچھے اور برے۔ اس کے اچھے معنی ہیں'' ہم پر مہربانی اور توجہ فرمایئے۔''

برے معنی ہیں جو یہود راعینا کہتے تھے یعنی'' اے ہمارے گڈریئے'' اور وہ یہ لفظ رسول ﷺ کی شان گھٹانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ پس یہ ایک طنزیہ اشارہ ہے جو توہین رسالت کے برابر ہے' اس لیے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا گیا تھا' تاکہ وہ تمام راستے بند ہو جائیں جو رسول ﷺ کی اہانت کا باعث ہوں۔

19- یہود لفظ راعنا کو راعینا کی طرح استعمال کرتے تھے' تاکہ اسلام کو عیب لگائیں۔ قرآن پاک کہتا ہے:

'' جو لوگ یہودی بن گئے ہیں' ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور دین حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں سمعنا و عصینا اور اسمع غیر مسمع اور راعنا ' حالانکہ اگر وہ کہتے سمعنا و اطعنا اور اسمع اور انظرنا تو یہ انہی کے لیے بہتر تھا اور زیادہ راستبازی کا طریقہ' مگر ان پر تو ان کی باطل پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے' اس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔''

(46:4)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ ''مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا گیا' تا کہ رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کے راستے مسدود ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم ہی مذہب کی بنیاد ہے اور یوں اس سے محرومی مذہب سے انحراف ہے۔''

(معالم القرآن از محمد علی صدیقی' جلد اول' صفحات 463 تا 468)

20- عبداللہ بن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ بشار نامی' ایک منافق کا ایک یہودی سے کسی معاملہ میں تنازعہ تھا۔ یہودی نے فیصلہ کے لیے اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس اور منافق نے اسے کعب بن اشرف کے پاس جانے کے لیے کہا۔ بہرحال دونوں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ منافق اس فیصلہ پر راضی نہ تھا۔ چنانچہ وہ تنازعہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے۔ یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتا دیا کہ رسول پاک ﷺ پہلے ہی میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں' یہ شخص اس پر راضی نہ تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے منافق سے کہا۔ کیا یہ ایسا ہی ہے؟'' اس نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ اندر گئے' اپنی تلوار لی اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا اس شخص کے لیے میرا یہی فیصلہ ہے جو رسول پاک ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس پر آیت 4:65 نازل ہوئی جو مندرجہ ذیل ہے:

''نہیں' تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں' پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو' اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں' بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔'' (65:4)

(روح المعانی' جلد پنجم صفحہ 67)۔ حضرت عمرؓ کے اس عمل کی قرآن کریم نے توثیق کی اور یہ اہانت رسول پاک ﷺ کے لیے سزائے موت کی نظیر ہے۔

21- قرآن پاک نے مزید اعلان کیا ہے کہ اہانت رسول ﷺ ارتداد ہے خواہ وہ کسی شکل میں بھی ہو۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

''اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے' تو جھوٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو' کیا تمہاری ہنسی اور دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟'' (65:9)

''اب عذر نہ تراشو' تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے' اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیا تو

دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے' کیونکہ وہ مجرم ہے۔''(66:9)

22-ابن تیمیہؒ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔'' یہ بات اللہ' اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑانے کے بارے میں ہے۔ پس اہانت کو کفر سے بھی شدید تر گردانا جائے گا' جیسا کہ اس آیت سے اخذ ہوتا ہے کہ جو کوئی رسول ﷺ کی توہین کرتا ہے' مرتد ہو جاتا ہے۔''(الصارم المسلول صفحہ 31)

ابوبکر بن عربی اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' منافقین یہ لفظ دانستہ بولتے تھے یا بطور استہزا' بہر حال صورت جو بھی ہو' یہ کفر ہے' کیونکہ کفریہ الفاظ سے مذاق کرنا بھی کفر ہے۔''(احکام القرآن جلد دوم صفحہ 924)

23- قرآن نے رسول پاک ﷺ کی عظمت و شان کے پیش نظر ذرا سی بھی وجہ ناراضی سے منع کیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا مومنوں کے لیے ممنوع ہے' تاکہ اہانت رسول ﷺ کا ذریعہ نہ بن سکے۔ قرآن کہتا ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ' مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ' باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں' مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔ اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ نبی ﷺ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو' یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تمہارے لیے ہرگز یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو' اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو' یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔''(53:33)

24-رسول پاک ﷺ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیت کے بہترین شارح ہیں اور یہ آپ کی سنت سے بھی ثابت ہے کہ آپ کا شاتم' سزائے موت کا مستوجب ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے:

(1) حضرت علیؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا'' اس شخص کو قتل کرو جو ایک نبی کو گالی دیتا ہے اور جو میرے صحابہؓ کو گالی دے اسے درے لگاؤ۔''(الشفاء' قاضی عیاض جلد دوم صفحہ 194)

(2) ابن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا شخص کے پاس ایک لونڈی تھی جو

رسول پاک ﷺ پر سب وشتم کیا کرتی تھی۔ اس نابینا شخص نے اسے اس حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا اور اسے ایسا نہ کرنے کی تنبیہ کی' مگر اس نے پروانہ کی۔ ایک شب جب وہ حسب معمول رسول پاک ﷺ کو گالیاں دے رہی تھی' اس نابینا شخص نے چھری اٹھائی اور اسے ہلاک کر دیا۔ اگلی صبح جب اس عورت کے قتل کا مقدمہ رسولِ پاک ﷺ کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا ''یہ کام کس نے کیا ہے؟ کھڑا ہو جائے اور اقبال کرے' کیونکہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کے باعث میرا اس پر حق ہے۔'' اس پر نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو چیرتا ہوا رسول پاک ﷺ کے سامنے آیا اور بولا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس لونڈی کو قتل کیا ہے' کیونکہ اس نے آپ کو گالیاں دی تھیں۔ میں نے مسلسل اسے منع کیا' مگر اس نے کوئی پروانہ کی۔ اس سے میرے دو خوبصورت بیٹے ہیں اور وہ میری بہت اچھی ساتھی تھی' مگر کل جب اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں تو میں نے اپنی چھری اٹھائی اور اس کے پیٹ پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔'' رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! گواہ رہنا اس عورت کا خون رائیگاں گیا۔'' (ابوداؤد جلد دوم صفحات 355-357)

(3) حضرت علیؓ کی سند سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت رسول پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی' اس کو ایک شخص نے قتل کر دیا۔ رسول پاک ﷺ نے اس کا خون بے حقیقت قرار دیا۔ (مندرجہ بالا)

(4) ابو برزہؓ کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ''میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا تھا جب وہ ایک شخص پر برہم ہوئے' میں نے ان سے کہا ''اے خلیفہ رسول اللہ! مجھے حکم دیجئے' میں اسے قتل کر دوں۔ اتنی دیر میں ان کا غصہ فرو ہو گیا اور وہ اندر گئے اور مجھے بلایا اور کہا ''تم نے کیا کہا تھا؟'' میں نے عرض کیا ''مجھے حکم دیجئے' اسے قتل کرنے کا۔'' آپ نے فرمایا ''اگر میں تمہیں حکم دے دیتا تو کیا تم اسے قتل کر دیتے؟'' میں نے کہا ''ہاں'' انہوں نے کہا ''نہیں'' میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول پاک ﷺ کے سوا کوئی شخص اس حیثیت میں نہیں کہ اس کو برا کہنے والا قتل کیا جائے۔'' (مندرجہ بالا)

(5) حضرت جابر ابن عبداللہؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''کعب بن اشرف کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟ بلاشبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی۔'' اس پر محمد ابن مسلمہ کھڑے ہوئے اور بولے ''اے اللہ کے رسول ﷺ' کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''ہاں'' چنانچہ وہ عباس ابن جابرؓ اور عباد ابن بشرؓ کے ہمراہ گئے اور اسے قتل کر دیا (بخاری جلد دوم صفحہ 88)

(6) حضرت براء ابن عاذب سے سند کے ساتھ روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول پاک ﷺ نے انصار کے کچھ آدمی عبداللہ ابن عتیق کی سرکردگی میں ایک یہودی ابورافع نامی کے پاس بھیجے جو رسولِ پاک ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔'' (الصارم المسلول از ابن تیمیہؒ صفحہ 152)

(7) حضرت عمیر ابن امیہ کی سند سے روایت ہے کہ اس کی ایک مشرکہ بہن تھی جو اس کو رسولِ پاک ﷺ سے ملاقات پر طعنے دیتی تھی اور رسولِ پاک ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی۔ آخر کار ایک دن انہوں نے اپنی تلوار سے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بیٹے چلائے اور بولے ''ہم ان قاتلوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ہماری ماں کو ہلاک کیا اور ان لوگوں کے والدین مشرک ہیں۔'' عمیر نے سوچا کہ اس عورت کے بیٹے کہیں غلط اشخاص کو قتل نہ کر ڈالیں' وہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آئے اور پورے معاملہ کی اطلاع آپ کو دی۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا ''کیا تم نے اپنی بہن کو مار ڈالا؟ انہوں نے جواب دیا ''ہاں''۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا ''کیوں''؟ انہوں نے کہا کہ وہ مجھے آپ ﷺ کے تعلق کی وجہ سے نقصان پہنچا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے بیٹوں کو بلایا اور قاتلوں کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں کی بطور قاتل نشان دہی کی۔ اس پر اللہ کے رسولؐ نے انہیں بتایا اور اس کی موت کو رائیگاں قرار دیا۔ (مجموعہ الزوائد و منابع الفوائد جلد پنجم صفحہ 260)

(8) بیان کیا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول پاک ﷺ نے عام معافی کے اعلان کے بعد ابن خطل اور اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا جو رسول پاک ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھیں۔ (الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد دوم صفحہ 284 اردو ترجمہ)

(9) قاضی عیاضؒ نے الشفاء میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا ''اس شخص کو کون ہلاک کرے گا؟'' اس پر خالد بن ولیدؓ نے کہا۔ ''میں اسے قتل کروں گا۔'' رسول پاک ﷺ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد دوم ص 284)

(10) بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص رسول پاک ﷺ کے پاس آیا اور بولا ''اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے باپ نے آپ کو برا بھلا کہا' میں برداشت نہ کر سکا اور انہیں قتل کر دیا'' رسول پاک ﷺ نے اس کے اس عمل کی توثیق

فرمائی۔(الشفاء از قاضی عیاض جلد دوم صفحہ 285)

(11) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت جو بنی خطمہ سے تعلق رکھتی تھی، رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتی رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا ''اس بدزبان عورت سے کون انتقام لے گا؟'' اس کے قبیلہ کے ایک شخص نے یہ ذمہ داری اٹھائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ رسول پاک ﷺ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا ''اس قبیلہ میں دو بکریاں بھی نہیں لڑیں گی اور لوگ اتحاد اور یگانگت سے رہیں گے۔'' (الشفاء از قاضی عیاض دوم صفحہ 286)

25- حضرت عبدالرزاق نے اپنی ''تصنیف'' میں مندرجہ ذیل احادیث توہین رسول پاک ﷺ اور اس کی سزا کے متعلق بیان کی ہیں:

(1) حدیث نمبر 9704 = حضرت عکرمہؓ کی سند سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول پاک ﷺ کو گالی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟'' زبیر نے کہا ''میں'' پس وہ (زبیر) اس سے لڑے اور اسے قتل کر دیا۔

(2) حدیث نمبر 9705 = عروہ ابن محمد کی سند سے روایت ہے کہ (جو نبی ﷺ کے ایک صحابی کے حوالہ سے کہتے ہیں) ایک عورت رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ آپ نے فرمایا ''میری اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟'' اس پر خالد بن ولیدؓ اس کے تعاقب میں گئے اور اسے قتل کر دیا۔

(3) حدیث نمبر 9706 = عبدالرزاق کی سند سے بیان کیا جاتا ہے (جو اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں) کہ جب ایوب ابن یحییٰ' عدنان کے پاس گئے' ان کو ایک آدمی کی نشاندہی کی گئی جو رسول پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ انہوں نے اس معاملہ میں علماء سے صلاح مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن ابن یزید سنانی نے انہیں مشورہ دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ عبدالرحمٰن نے انہیں ایک حدیث سنائی تھی کہ وہ حضرت عمرؓ سے ملے اور ان سے بہت علم حاصل کیا۔ ایوب نے اس عمل کا ذکر عبدالملک (یا ولید ابن عبدالملک) سے بھی کیا۔ انہوں نے جواباً ان کے عمل کی تعریف کی۔

(4) حدیث نمبر 9707 = سعید ابن جبیر کی سند سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول پاک ﷺ کی نقل کی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر کو بھیجا اور ان سے کہا ''جب تم اسے پاؤ تو قتل کر دو۔''

(5) حدیث نمبر 9708= ابن تیمی کی سند سے روایت ہے جو اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس آدمی کے قتل کا حکم دیا جس نے رسول پاک ﷺ پر الزام لگایا۔ (مصنف عبدالرزاق جلد پنجم صفحات 378-377)

26- یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ رسول پاک ﷺ نے اپنے بعض شاتمین کو معاف فرما دیا تھا' لیکن فقہاء کا اتفاق ہے کہ رسول ﷺ کو بذاتِ خود ہی معافی کا اختیار تھا' لیکن امت کو' آپ ﷺ نے شاتمین کو معاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا۔ (الصارم المسلول' ابن تیمیہ صفحات 222-223)

27- ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں کہ ابوسلیمان خطابی نے کہا'' اگر شاتم رسول ﷺ مسلمان ہو تو اس کی سزا موت ہے اور اس میں میرے علم کے مطابق مسلمانوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں۔ (الصارم المسلول صفحہ 4)

28- قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں۔ ''اس نکتہ پر ائمہ کا اجماع ہے کہ ایک مسلمان مرتکب توہین رسالتؐ کی سزا موت ہے۔'' (الشفاء جلد دوم صفحہ 211)

قاضی عیاض مزید رقم طراز ہیں'' ہر وہ شخص جو رسول پاک ﷺ کو گالی دے' آپ ﷺ میں کوئی نقص نکالے یا آپ ﷺ کے نسب میں یا آپ کی کسی صفت میں یا آپ کی طرف کوئی کنایہ کرے یا کسی دوسری چیز سے آپ کی مشابہت کرے بطور آپ ﷺ کی توہین' بے عزتی' تذلیل' بے لحاظی یا نقص کے' تو وہ آپ ﷺ کا شاتم ہے اور وہ قتل کیا جائے گا اور علماء و فقہاء کا اس نکتہ پر اجماع' صحابہ کے زمانہ سے آج تک ہے۔'' (الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد دوم صفحہ 214)

29- ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں۔'' مسلمانوں میں اس امر میں کوئی اختلافِ رائے نہیں کہ ایک مسلمان جو دانستہ رسول پاک ﷺ کی تضحیک و توہین کرتا ہے' مرتد ہو جاتا ہے اور سزائے موت کا مستوجب ہوتا ہے۔'' (احکام القرآن' جلد ہشتم صفحہ 106) یہاں ایک اور حدیث بیان کرنا مفید ہوگا۔

''عبداللہ ابن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اس شخص کو قتل کر دو جو اپنا مذہب (اسلام) تبدیل کرتا ہے۔'' (بخاری جلد دوم صفحہ 123)

30- قاضی عیاضؒ نے بیان کیا ہے کہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے شاتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ عراق کے کچھ فقہاء نے اس کو دُرے لگانا تجویز کیا ہے۔ اس پر امام مالکؒ غضب ناک ہو گئے اور کہا

"اے امیر المومنین! اس امت کو زندہ رہنے کا کیا حق حاصل ہے، جب اس کے رسول کو گالیاں دی جائیں۔ پس اس شخص کو جو رسول ﷺ کو برا بھلا کہے، قتل کر دو اور اس کے دُرّے لگاؤ جو آپ کے صحابہ کو برا بھلا کہے۔" (الشفاء جلد دوم، صفحہ 215)

31- ابن تیمیہؒ اس ضمن میں فقہاء کی آراء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ابوبکر فارسی شافعی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا موت ہے، اگر وہ مسلمان ہے۔" (الصارم المسلول صفحہ 3)

32- مندرجہ بالا بحث سے کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا کہ قرآن پاک کے مطابق جب رسول پاک ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی ہے اور اس کے بعد امت میں تواتر سے اسی پر عمل ہو رہا ہے کہ رسول پاک ﷺ کی توہین کی سزا موت ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہم نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ کے بعد کسی نے سزا میں کمی یا معافی کا حق استعمال نہیں کیا اور نہ کسی کو اس کا اختیار تھا۔ اس طرح مقدمہ میں پیدا ہونے والا دوسرا سوال اہانت رسول ﷺ کا تعین یا اس کی واضح تعریف کرنا ہے۔

33- سب، شتم کے الفاظ اور اذی، توہین رسول ﷺ کے لیے قرآن پاک اور سنت میں استعمال ہوئے ہیں۔ سب کے معنی تکلیف اٹھانے، نقصان پہنچانے، تنگ کرنے، اہانت کرنے، بے عزتی کرنے، ناراض کرنے، مجروح کرنے، تکلیف میں مبتلا کرنے، بدنام کرنے، درجہ گھٹانے اور طنز کرنے کے ہیں (Arabic English E. W. Lane, Book I, Part I, Page24) لفظ شتم کے معنی ہیں بے عزتی کرنا، گالی دینا، ملامت کرنا، جھڑکنا، بددعا دینا، بدنام کرنا، (مندرجہ بالا صفحات 249, 212)

علامہ رشید رضا، لفظ "اذی" کے معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں "اس کے معنی کوئی ایسی چیز ہے، جس سے زندہ شخص کے جسم یا ذہن کو تکلیف پہنچے، خواہ ہلکی ہی ہو (المنار جلد دہم، صفحہ 445)

علامہ ابن تیمیہؒ توہین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس کے معنی رسولؐ کو لعنت کرنے، ان کے لیے کسی مشکل کی دعا کرنے، یا ان کی طرف کسی ایسی چیز کو منسوب کرنا ہے جو ان کے رتبہ کے لحاظ سے نازیبا ہو، یا کوئی توہین آمیز، جھوٹے اور نامناسب الفاظ استعمال کرنا، یا ان سے جہالت منسوب کرنا یا ان پر کسی انسانی کمزوری کا الزام لگانا وغیرہ۔" (الصارم المسلول، ابن تیمیہ،

صفحہ 526)

34-ابن تیمیہ توہین رسالت ﷺ کے جرم کے دائرہ اور لوازمات پر بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں "بعض اوقات ایک حالت میں ایک لفظ ہی ضرر اور توہین بن جاتا ہے' جبکہ دوسرے موقع پر ایسا لفظ ضرر بنتا ہے نہ توہین۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ذو معنی اور مختلف مطالب والے لفظ کی توضیح' حالات اور مواقع کے ساتھ بدل جاتی ہے' جبکہ سب (توہین وتذلیل) کی تعریف شرع میں دی گئی نہ لغت میں' تو اس کی توضیح کے لیے رواج اور محاورہ پر انحصار کیا جائے گا' وہی شرع میں توہین وتذلیل قرار پائے گا اور اس کے برعکس بھی۔" (الصارم المسلول ابن تیمیہ' صفحہ 540)

35- فوجداری مسئولیت کے لیے خطا کاری دانستہ طور پر ارادتاً ہونا چاہیے یا کسی مجرمانہ غرض سے کی جائے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ غفلت سے کی گئی ہو۔ اور ہر موقع پر فاعل کی ذہنی کیفیت ایسی ہو جو سزا کو مؤثر بنا سکے۔ اگر ایک شخص دانستہ غلط کاری اختیار کرتا ہے تو تعزیری نظام آئندہ کے لیے اسے راہ راست اختیار کرنے کے لیے وافر قوتِ محرکہ فراہم کرے گا۔ اگر دوسری طرف سے اس سے ممنوعہ فعل خطا کارانہ نیت کے بغیر سرزد ہوا ہے' تب بھی نقصان دہ نتائج کے امکان کو محسوس کرتے ہوئے سزا آئندہ کے بہتر طرز عمل کے لیے مؤثر ترغیب ہوسکتی ہے۔

36- تاہم دوسرے ایسے مواقع بھی ہوسکتے ہیں جہاں کافی یا ناکافی وجوہ کی بناء پر قانون ایک کم درجہ کے مجرمانہ ذہن پر مطمئن ہو۔ یہ صورت غفلت کے جرائم کی ہے۔ ایک شخص کو کسی جرم کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے اگر اس نے وہ فعل ایک معقول انسان کی طرح متوقع نتائج سے بچنے کے لیے نہ کیا ہو۔ دوسرے معاملہ میں قانون اس سے آگے جاسکتا ہے اور ایک شخص کو بلا لحاظ کسی مجرمانہ ذہنی کیفیت یا قابل مواخذہ غفلت کے' اس کے فعل کا ذمہ دار قرار دے سکتا ہے۔ ایسی خطا کاریاں جو غلطی سے مبرا ہوں' شدید ذمہ داری والی خطا کاری سے ممیّز کی جاسکتی ہیں۔

37- خطا کاریاں تین قسم کی ہیں:

(1) دانستہ یا غفلت کی خطا کاریاں جن میں مجرمانہ نیت' مقصد' منصوبہ یا کم ازکم پیش بینی شامل ہو۔

(2) غفلت کی خطا کاریاں جہاں مجرمانہ ذہن محض غفلت کی کم اہم شکل اختیار کر لیتا ہے جو مجرمانہ نیت یا پیش بینی سے متضاد ہے ایسی خطا کاریوں میں غلطی جیسا دفاعی موقف صرف مجرمانہ ذہن کی نفی کرے گا اگر غلطی بذات خود غفلت نہ ہو۔

(3) شدید ذمہ داری کی خطا کاریاں جن میں مجرمانہ ذہن کی ضرورت نہیں اور نہ مجرمانہ نیت یا قابل مواخذہ غفلت کو ذمہ داری کی لازمی شرط تصور کیا جائے گا۔ یہاں اس قسم کے دفاعی موقف جیسے غلطی' سے کسی فعل کا سرزد ہونا قابل قبول نہیں۔

38- اس طرح نیت وہ مقصد یا منصوبہ ہے جس کے تحت ایک فعل کیا گیا ہو۔فرض کریں ایک آدمی بندوق خریدتا ہے۔اس کی نیت' شکار کھیلنے کی ہوسکتی ہے' اپنے دفاع کے لیے استعمال کی ہوسکتی ہے یا کسی پر گولی چلا کر اسے جان سے مار دینے کی ہوسکتی ہے۔تاہم اگر موخرالذکر فعل ذاتی مدافعت ثابت نہیں ہوتا' بلکہ قتل ثابت ہوتا ہے' تب نیت ایسا ہی کرنے کی کہی جاسکتی ہے' یعنی جان سے مار دینے کی۔

39-ایک غیر ارادی فعل وہ ہے جس میں ایسا مقصد یا منصوبہ مفقود ہو۔ایک فعل جیسے جان سے مارنا جو ایک وجہ اور اثر کا حامل ہے' اس وقت غیر ارادی ہوسکتا ہے جب کہ فاعل ایسے نتائج برآمد کرتا ہے جو اس کی نیت نہ تھے۔کوئی شخص غلطی سے کسی کو جان سے مارسکتا ہے جیسے شکار پر گولی چلاتے ہوئے یا غلط فہمی سے' اس کو کوئی اور شخص تصور کرتے ہوئے' پہلے بیان کردہ صورتوں میں وہ عواقب کا اندازہ نہیں لگا سکتا' جبکہ موخرالذکر صورت میں وہ بعض حالات سے ناواقف ہے۔

40- تاہم نظام قانون یہ اصول فراہم کرسکتا ہے کہ ایسے نتائج کے لیے آدمی کو قابل مواخذہ قرار دیا جائے' چاہے یہ اس کی نیت نہ رہے ہوں۔اولاً ایسا اصول ذہنی عناصر کی مشکل تفتیش کا تدارک کرے گا' دوم اور زیادہ اہم یہ ہے کہ یہ اصول اس بناء پر معقول ہوگا کہ کسی شخص کو ایسے افعال نہیں کرنے چاہئیں' جن کو وہ سمجھتا ہو کہ دوسروں کے لیے باعث آزار ہوں گے' خواہ اس کی نیت یہ آزار پہنچانے کی ہو یا نہ ہو۔ایسا رویہ بظاہر غیر محتاط اور موردِ الزام ہے' تاوقتیکہ خطرہ کا جواز خود فعل کے معاشرتی مفاد کی بناء پر نہ پیش کیا جاسکے۔

41-اس خاص تعلق سے اور عموماً ہر دو صورتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ قانون میں یہ اختیار ہوسکتا ہے اور بعض اوقات ہوتا ہے کہ نیت کی محدود تعریف سے باہر اس بناء پر ذمہ داری منسوب کی جائے جس کو تاویلی نیت کہا جاتا ہے۔وہ نتائج جو دراصل محض غفلت کی پیداوار ہیں' قانون میں بعض اوقات دانستہ گردانے جاتے ہیں۔پس جو کوئی کسی دوسرے

کو شدید جسمانی نقصان پہنچاتا ہے' خواہ اسے ہلاک کرنے کی خواہش یا اس کی یقینی موت کی توقع کے بغیر ہی کیوں نہ ہو' موت واقع ہو جانے کی صورت میں وہ قتل کا مجرم ہوگا۔

42- اگرچہ کہ قانون اکثر بلا استثناء ہمیشہ اس قسم کے تغافل سے پیدا ہونے والے عواقب کو' جسے بے احتیاطی سے ممیّز کیا جا سکے' دانستہ گردانتا ہے یعنی جہاں فاعل اپنے خطا کارانہ فعل کے متوقع عواقب کی پیش بینی کر سکتا ہے۔ بے شک ایک معقول آدمی کی پیش بینی بظاہر ایک مفید شہادتی کسوٹی ہے جس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ فاعل نے خود کیا بھانپ لیا تھا' لیکن متذکرہ اصول نے اسے ایک قانونی قیاس کی شکل دے دی ہے جو بظاہر رد نہیں کی جا سکتی۔ یوں نیت کے تحت وہ افعال آتے ہیں جو صریحاً مدنظر ہوں یا جو غفلت سے کیے گئے ہوں۔

43- شریعت میں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ مجرمانہ نیت پہلے سے تھی یا جرم کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئی۔ دونوں صورتوں میں سزا یکساں ہے۔ اس اصول کی تائید درج ذیل حدیث رسول پاک ﷺ سے ہوتی ہے:

''اللہ تعالیٰ وہ تمام خیالات معاف فرما دیتا ہے جو میری امت کے افراد کے دل میں پیدا ہوتے ہیں جن کو وہ ظاہر نہیں کرتے یا جن پر وہ عمل نہیں کرتے۔''

یہی وجہ ہے کہ شریعت پہلے سے طے شدہ قتل انسانی اور ایذا رسانی اور بغیر سوچے سمجھے قتل یا ایذا کے درمیان کوئی خط تفریق نہیں کھینچتی اور دونوں صورتوں میں بعینہٖ وہی سزا مقرر کرتی ہے۔ قتل کی مقررہ سزا قصاص ہے' خواہ وہ سوچا سمجھا ہوا ہو یا نہ ہو۔

44- نیت پختہ یا غیر پختہ ہو سکتی ہے۔ کسی مجرم کی کسی بھی شخص کو صاف ضرر پہنچانے کی نیت ایک واضح نیت سمجھی جائے گی۔ اگر مجرم اپنے نتائج پیدا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو باوجود غیر واضح نتائج کے' اس کا جرم ایک واضح فعل گردانا جائے گا' خواہ اس سے کچھ بھی نتائج پیدا ہوں۔ حنفیہ' حنابلہ اور بعض شافعی فقہاء مجرمانہ معاملات بشمول قتل کی واضح اور غیر واضح نیت میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتے' لہٰذا اگر مجرم کا فعل قتل پر منتج ہوتا ہے تو وہ دانستہ قاتل ہے' خواہ اس کی نیت کسی خاص مقتول کی نہ ہو۔

مزید برآں مجرم کی ذمہ داری کا تعین اور اس جرم کی قسم طے کرنے کے لیے جس کا وہ مرتکب ہے' فقہاء پختہ اور غیر پختہ نیت کو ایک سطح پر رکھتے ہیں اور انہیں ایک ہی حکم کے تابع خیال کرتے ہیں' سوائے اس کے کہ جرم میں قتل اور

ناپختہ نیت جرم شامل ہو۔

45- شریعت نے مجرمانہ نیت اور مقصد جرم کے فرق کو ابتداء ہی سے پیش نظر رکھا ہے' مگر ارتکاب پر مقصد کے اثر اور طرز جرم اور اس پر عائد سزا کو تسلیم نہیں کیا۔ یوں شرع میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مقصد جرم پسندیدہ ہے جیسے اپنے کسی قریبی عزیز کے قصاص یا مجرم کے ہاتھوں اس کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے' یا یہ کہ مقصد جرم غیر پسندیدہ ہے جیسے روپے کے لالچ یا سرقہ کے لیے قتل کرنا۔

46- دوسرے الفاظ میں مقصد جرم کا مجرمانہ نیت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس سے طرزِ جرم یا اس کی سزا متاثر ہوتی ہے۔ پس عملاً یہ ممکن ہے کہ جہاں تک حد اور قصاص کے جرائم کا تعلق ہے' مقصد کے اثر کو مسترد کر دیا جائے' مگر ایسا کرنا تعزیری سزاؤں کے معاملات میں ممکن نہیں۔ مقصد' حد اور قصاص کے جرائم کو متاثر نہیں کرتا کیونکہ' قانون ساز ہستی نے ارتکابِ جرم کے پس پردہ مقصد پر غور کو قبول نہ کر کے عدالت کے اختیار کو مقررہ سزاؤں تک محدود کر دیا ہے' لیکن تعزیری سزاؤں کے مقدمات میں اس نے عدالت کو مقدار سزا اور قسم سزا متعین کرنے کا اختیار دیا ہے' تاکہ عدالت کے لیے مقدارِ سزا کے تعین میں مقصد جرم کو پیش نظر رکھنا ممکن ہو۔

47- دوسرے الفاظ میں رائج الوقت' انسان کے بنائے ہوئے قوانین اور شریعت اسلامی میں یہ فرق ہے کہ موخر الذکر ان مقدمات میں جو حدود اور قصاص کے زمرہ میں آتے ہیں' مقصد کے اثر کو تسلیم نہیں کرتا۔ شریعت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو عدالت کے لیے مقصد جرم پر غور کرنے میں مانع ہو' اگرچہ اصولاً یہ سزا پر اس کے اثر کو تسلیم نہیں کرتی۔

48- مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہے کہ شریعت کسی جرم کو صرف اس وقت قابل حد تسلیم کرتی ہے جب اس کے ساتھ واضح نیت موجود ہو۔ شریعت سزائے حد موقوف کر دیتی ہے اگر اس امر میں کوئی شک ہو' کیونکہ شبہات حد کو زائل کر دیتے ہیں۔

49- چنانچہ پیرا 37 کی صرف پہلی قسم کی خطائیں سزائے حد کو اپنی طرف متوجہ کریں گی اور اس کا اطلاق شاتم رسول پاک ﷺ پر ہوگا۔ مزید یہ کہ چونکہ نیت کا پتہ وقوعہ کے گرد کے حالات سے چل سکتا ہے۔ دوسری اور تیسری قسم کے اعمال حدود کی سزاؤں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کریں گے' بشرطیکہ ملزم یہ ثابت کرے کہ اس کا ارادہ کبھی بھی جرم کرنے کا نہ تھا اور وہ نادم ہو' اگر کہے گئے الفاظ' کیے گئے اشارے یا عمل مبہم ہوں یا وہ مجرمانہ ذہن یا بغض کے کچھ رجحانات ظاہر

کرتے ہوں۔ یہاں ہم یہ بھی واضح کر دیں کہ توہین رسول پاک ﷺ کے جرم میں ندامت کا فائدہ یہ ظاہر کرنے کے لیے اٹھایا جا سکتا ہے کہ مجرم کے ذہن میں کوئی مجرمانہ خیال یا بغض نہ تھا اور سزا اسی بناء پر موقوف کر دی جائے گی' اس لیے نہیں کہ ندامت ایک سوچی سمجھی توہین کو ختم کر دے گی۔

قرآن پاک کہتا ہے:

''نادانستہ جو بات تم کہو اس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے' لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو' اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔''(5:33)

''جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو' تم پر سلامتی ہے' تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔''(54:6)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر)' مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا' اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''(106:16)

''اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔''(19:40)

50- حضرت عمرؓ کی سند سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کو کہتے سنا ''اعمال کی جزاء کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو جو اس کی نیت رہی ہو گی' اسی کے مطابق جزا ملے گی۔ پس جنہوں نے دنیاوی فائدے کے لیے ہجرت کی' اس کی ہجرت اس فائدے کے لیے تھی' جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔''(بخاری جلد اول صفحہ 1 حدیث نمبر 1)

51- ابی ابن کعب کی سند سے روایت ہے کہ ''انصار میں ایک شخص تھا' جس کا گھر مدینہ کے آخری سرے پر تھا' لیکن اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی کوئی نماز قضا نہ ہونے دی۔ ہمیں اس پر ترس آیا اور اس سے کہا اے بھلے آدمی! تم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کوئی گھر کیوں نہیں خرید لیتے' تاکہ تم گرمی اور اتنی دُور سے آنے کی تکلیف سے بچ سکو۔ اس نے کہا سنو' اللہ کی قسم' میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر رسول اللہ کے گھر کے قریب واقع ہو۔ مجھے اس کے یہ الفاظ

برے لگے اور اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو (ان الفاظ کی) اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اسے طلب فرمایا اور اس نے بالکل وہی کہا جو اس نے ابی ابن کعب سے کہا تھا' مگر یہ بھی کہا کہ وہ اپنے ہر قدم کی جزا چاہتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حقیقت میں تمہارے لیے وہ جزا ہے جس کی تم نے نیت کی۔'' (مسلم جلد اول انگریزی ترجمہ از عبدالحمید صدیقی صفحات 323-324 حدیث نمبر 1404) مندرجہ بالا حدیث صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر جو الفاظ کہے گئے' وہ توہین آمیز معلوم ہوتے ہیں' مگر یہ کہنے والے کی نیت نہ تھی' پس اسے سزا سے مبرا قرار دیا گیا۔

52- یحییٰ ابن سعید کی سند سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے' جبکہ مدینہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ ایک آدمی نے اچانک قبر میں جھانکا اور بولا ایک مومن کی بری آرام گاہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پلٹ کر فرمایا' کیا بری شے تم نے دیکھی ہے! اُس شخص نے بات کھول کر کہی' میرا یہ مطلب نہ تھا' بلکہ میرا مطلب تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد بہتر ہے۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے تین مرتبہ کہا'' اللہ کی راہ میں مرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ دنیا میں کوئی دوسرا خطۂ زمین ایسا نہیں' سوائے جہاد کے' جہاں میں اپنی قبر پسند کروں۔'' (مشکوۃ جلد سوئم' صفحات 662-663 انگریزی ترجمہ از فضل الکریم حدیث نمبر 575)

53- یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ صرف یہ حقیقت کہ کہے گئے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی ہیں' جرم نہیں' جب تک کہ یہ یا خاش یا تذلیل پر مبنی نہ ہوں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے روبرو بلند آواز سے بولنا منع ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے'' اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو' اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو' جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (2:49)

اس ضمن میں علامہ قرطبی آیت 2:49 کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

'' چیخنے اور اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے کی ممانعت ہے' کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی۔ تاہم یہ جرم نہیں' اگر بغرضِ جنگ یا دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیے کیا گیا ہو۔''

54- علامہ آلوسی آیت 2:49 کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' جب یہ آیت نازل ہوئی' ثابت ابن قیس جس کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی' اپنے گھر گئے اور دروازہ بند کر کے رونا شروع کر دیا۔ جب انہوں نے نبی ﷺ کی مجالس

میں لمبے عرصہ تک حاضری نہ دی تو رسولِ پاک ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے گھر کا دروازہ بند کرلیا ہے اور گھر کے اندر رو رہے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے انہیں بلوایا اور پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اے اللہ کے نبی جب سے یہ آیت نازل ہوئی' بلند آواز کا مالک ہونے کی وجہ سے مجھے خوف آیا کہ میں ان میں سے ایک نہ ہوں' جن کے نیک اعمال ضائع کردیئے جائیں۔'' رسول پاک ﷺ نے ان سے کہا'' تم ان میں سے نہیں' تم برکتوں کے ساتھ زندہ رہو گے اور برکتوں کے ساتھ ہی وفات پاؤ گے۔'' ...... کے مطابق اس کی بنیاد یہ تھی کہ اس کی بلند آوازی قدرتی چیز تھی' کیونکہ وہ بہرے تھے اور بہرے اکثر بلند آواز سے بولتے ہیں اور ان کی بلند آواز رسول پاک ﷺ کی تحقیر و تذلیل کی غرض سے نہ تھی' جیسا کہ منافقین کی جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی' جلد 26 صفحات 124-125)

55- علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں'' نبی ﷺ کے سامنے ان کا چیخ کر بولنا دو طرح کا ہے (1) جو اچھے اعمال کو غارت نہیں کرتا۔ (2) جو نیک اعمال کو ضائع کرنے کے برابر ہے۔ اول بغض اور توہین کرنے والے عمل پر مبنی نہیں جیسے کہ جنگوں میں چیخنا اور اونچی آواز سے بولنا' دشمنوں کے ساتھ جھگڑے کے دوران ضرب اور توہین کے لیے جیسے رسول ﷺ نے یوم غزوہ حنین پر حضرت عباسؓ کو لوگوں کو بلند آواز سے پکارنے کا حکم دیا اور انہوں نے لوگوں کو ایسی بلند آواز سے پکارا کہ اس سے حاملہ عورتوں کے حمل گر پڑے۔ دوسری قسم بغض اور توہین آمیز اعمال پر مبنی ہے' جیسا کہ منافقین اور کفار کرتے تھے (مندرجہ بالا)

56- قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا آخری حصہ ایک شخص کے متعلق نازل ہوا جو کہتا تھا'' اللہ کے نبی ﷺ کی وفات کے بعد میں حضرت عائشہؓ سے نکاح کروں گا۔'' جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ کو سخت اذیت ہوئی۔ اس موقع پر وہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ کے لیے جناب رسالت مآب ﷺ کی ازواج سے نکاح ممنوع قرار دیا اور رسول پاک ﷺ نے فرمایا'' اس دنیا میں میری ازواج آخرت میں بھی میری ازواج ہوں گی۔'' لیکن اس آیت کے نزول سے قبل عملاً یہ ہوا کہ رسول پاک ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی زوجہ کلیبہ کو طلاق دے دی اور انہوں نے عکرمہ ابن ابوجہل سے نکاح کرلیا اور بعض کے نزدیک' انہوں نے ابن قیس کندی سے نکاح کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ان کے خیال میں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سے نکاح آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح کا اظہار باعث اذیت رسول ﷺ نہ تھا' کیونکہ یہ ممنوع نہ ہوا تھا۔ (مندرجہ بالا صفحہ 230)

57- رسول پاک ﷺ نے مسطحؓ' حسانؓ اور حمنہؓ جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر الزام تراشی میں حصہ لیا تھا' سزا نہیں دی اور آپ

ﷺ نے انہیں منافق بھی قرار نہیں دیا۔ ابن تیمیہؒ اس صورتحال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ان کی نیت اللہ کے رسول کو ایذا دینے کی نہ تھی اوراس کی کوئی علامت بھی موجود نہ تھی' جبکہ ابن اُبی ایذا کی نیت رکھتا تھا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اس وقت یہ نہیں کہا گیا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی اس دنیا میں ازواج دوسری دنیا میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہوں گی اور یہ ان کی بیویوں کے لیے عرفِ عام میں ممکن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ان کے معاملہ میں تذبذب فرمایا اور علیؓ و زیدؓ(3) سے مشورہ کیا اور بریرہؓ سے دریافت کیا اور نتیجتاً ان لوگوں کو منافق قرار نہیں دیا جن کی نیت نبی ﷺ کے ایذا کی نہ تھی۔ ان کے ذہن میں اس امکان کی بناء پر کہ شاید رسول پاک ﷺ اپنی متہم بیوی کو طلاق دے دیں' لیکن اس حکم کے بعد کہ اس دنیا میں آپ ﷺ کی ازواج آخرت میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہوں گی اور یہ کہ امہاتِ مومنین ہیں' ان پر الزام لگانا ہر قیمت پر نبی ﷺ کی اذیت ہوگا (الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ﷺ صفحہ 49)

58- مولانا احمد یار خاں بدایونی لکھتے ہیں ''شاتم کی نیت اہانت رسول پاک ﷺ ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا' رسول پاک ﷺ غریب تھے اور خوش قسمت نہ تھے' تو وہ صرف اس وقت کافر ہو جائے گا' جب اس سے اس کی نیت اہانت رسول ﷺ ہو۔'' (نور العرفان حصہ دہم صفحہ 74)

59- تاہم بعض فقہاء کی رائے ہے کہ اگر اہانت رسول پاک ﷺ واضح اور صریح الفاظ میں ہے تو شاتم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا تھی' لیکن اگر الفاظ ایسے ہیں جو مختلف معنی اور مفہوم رکھتے ہیں یا اس امر کی صلاحیت رکھتے ہیں جن میں سے صرف ایک مفہوم توہین کا حامل ہے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے گی۔ (الشفاء' قاضی عیاضؒ، جلد دوم صفحہ 221)

60- تاہم ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔ اولاً الفاظ کے معنی و مفہوم موقع محل سے بدل جاتے ہیں۔ سیاق وسباق بھی مختلف معنی ظاہر کرسکتا ہے' لہٰذا ملزم کو وضاحت کا موقع دینا چاہیے' تاکہ کہیں کوئی معصوم شخص سزا نہ پا جائے۔ ایک روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''ایک مجرم کو بری کردینے کی غلطی ایک معصوم شخص کو سزا دینے کی غلطی سے بہتر ہے۔'' (سنن البیہقی جلد ہشتم صفحہ 184) قرآن بھی ہر ملزم کو حق دیتا ہے کہ اسے سنا جائے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ گو اللہ قادرِ مطلق جانتا ہے کہ جو کچھ امین فرشتوں نے ایک شخص کے اعمال نامہ میں اس کے اس دنیا کے اعمال کے بارے میں لکھا ہے' صحیح وغیر مشکوک ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص کو سنا جائے گا اور اگر اسے فرشتوں کے لکھے پر اعتراض ہے تو اللہ

تعالیٰ شہادت طلب کرے گا اس کے اپنے ہاتھوں' پیروں' آنکھوں اور کانوں سے۔ ملاحظہ ہو القرآن' آیات 13:17' 14-36:65-67:20'22-16:93 اور 23:21 ان سنن سے جن کا حوالہ پیرا 36-41 میں دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملزم کا حق وضاحت وصفائی موجود ہے' جسے سلب نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا اس کے بعد ہی عدالت فیصلہ کر سکتی ہے کہ کہے گئے الفاظ تہمت کی غرض سے تھے' یا وہ بدخواہی اور گستاخی سے استعمال ہوئے تھے یا غیر ارادی طور پر منہ سے نکل گئے تھے۔

61- عبیدہ اللہ ابن رافع (4) کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا'' اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے' زبیرؓ اور مقدادؓ کو یہ کہہ بھیجا کہ'' جاؤ! یہاں تک کہ تم روضہ فاخ پہنچو۔ وہاں تمہیں ایک عورت ایک خط کے ساتھ ملے گی۔ اس سے خط حاصل کرلو۔'' چنانچہ ہم روانہ ہو گئے اور ہمارے گھوڑے پوری رفتار سے دوڑے' یہاں تک کہ ہم الروضہ پہنچے جہاں ہم نے ایک عورت کو پالیا اور اسے کہا'' خط نکالو'۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے دھمکی دی کہ خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ اس پر اس نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر دیا۔ ہم خط اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس میں حاطب ابن ابی بلتعہ کا ایک پیغام بعض کفارِ مکہ کے نام تھا جس میں انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے بعض ارادوں کی اطلاع دی گئی تھی۔ تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا'' حاطب! یہ کیا حرکت ہے؟ حاطب نے جواب دیا' اے اللہ کے رسول ﷺ میرے متعلق اپنا فیصلہ صادر کرنے میں عجلت نہ کیجئے۔ میں قریش سے قریبی تعلق رکھنے والا آدمی تھا' لیکن میں اس قبیلہ سے نہ تھا' جبکہ آپ کے ساتھ دوسرے مہاجرین کے رشتہ دار مکہ میں ہیں جو ان کے زیر کفالت افراد اور ان کی جائیداد کی حفاظت کریں گے' چنانچہ میں نے ان سے اپنے خونی رشتہ کی کمی کو ان کے ساتھ ایک مہربانی سے پورا کرنا چاہا' تاکہ وہ میرے کفیلوں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ نہ تو کفر کی وجہ سے کیا ہے نہ ارتداد کی بناء پر اور نہ کفر کو اسلام پر ترجیح دینے کے لیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا' حاطب نے تمہیں حقیقت بتا دی ہے۔'' (بخاری جلد چہارم' صفحات 154'155 حدیث نمبر 201)

62- ایک حنفی فقیہ علامہ محی الدین لکھتے ہیں'' فقہا کی رائے ہے کہ اہانت رسول ﷺ کے معاملات میں حاکم یا جج کو موقع محل اور شاتم کا عام رویہ معاملہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے دیکھنا چاہیے۔'' (احکام المرتد' نعمان عبدالرزاق سمرقی' صفحہ 109)

63- ایک مشہور اور معروف ہندوستانی عالم مولانا احمد رضا خان بریلوی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں'' کلماتِ کفر اور اس

شخص کی نوعیت میں فرق ہے' جو ان الفاظ کا حوالہ دیتا ہے اور اس سے کافر ہو جاتا ہے۔'' (تمہید ایمان صفحہ 59) وہ آگے چل کر فرماتے ہیں ''لفظ راعنا کا استعمال اب توہین نہیں' کیونکہ یہ آج کل توہین رسول کے سیاق وسباق میں نہیں کہا جاتا۔'' (5) (ختم نبوت صفحہ 71)

64- بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث نے گوشت میں زہر ملا دیا اور رسول کریم ﷺ کو پیش کیا جو بکرے کی دستی کا گوشت کھانا پسند فرماتے تھے' اس نے گوشت کے اس حصہ میں زیادہ زہر ملا دیا۔ رسول پاک ﷺ اور بشر بن براء نے جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے اس میں سے کھا لیا' لیکن جب رسول پاک ﷺ نے کھانا شروع کیا تو انہوں نے محسوس فرمایا کہ یہ زہر آلود ہے تو آپ ﷺ نے اسے تھوک دیا۔ پھر رسول پاک ﷺ نے اس یہودی کو بلایا اور اس سے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس نے اس گوشت میں زہر ملانے کا اقبال کیا۔ پھر رسول پاک ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر آپ بادشاہ ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ ایک نبی ہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ رسول پاک ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ (اقضیاء الرسول از محمد ابن فرج اُردو ترجمہ صفحات 190,189)

65- یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ میں کوئی امتیاز یا حیثیت کا فرق نہیں رکھا حالانکہ' اس نے ان میں سے بعض پر دوسروں کی نسبت زیادہ نعمتیں نازل فرمائیں۔ یہاں ہم حوالہ کے لیے قرآن پاک سے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

55:17= ''ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض سے بڑھ کر مرتبے دیئے اور ہم ہی نے داؤد کو زبور دی تھی۔''

253:2= ''یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہمکلام ہوا' کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے اور آخر میں عیسیٰؑ سے اس کی مدد کی۔ اگر اللہ چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ ان رسولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے' وہ آپس میں لڑتے مگر (اللہ کی مشیت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً اختلاف سے روکے' اس وجہ سے) انہوں نے باہم اختلاف کیا' پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی' ہاں' اللہ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے' مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

136:2= ''مسلمانو! کہو کہ' ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ' یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ' عیسیٰؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے ماننے والے ہیں۔''

84:3= ''کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں' اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے' ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو

ابراہیمؑ اسماعیلؑ اسحاقؑ ' یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر نازل ہوئی تھیں اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان مسلمان ہیں(6)۔"

اور آیات 2:285' 4:150 اور 4:152۔

66- عملاً تمام فقہاء اور علماء نے اتفاق کیا کہ مندرجہ بالا آیات کے پیش نظر اور تمام پیغمبروں کے ہم مرتبہ ہونے کے سبب سے وہی سزائے موت جو اوپر قرار دی گئی ہے' اس معاملہ میں بھی لاگو ہوگی' جہاں کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق بھی کوئی توہین آمیز بات کہتا یا کسی طرح کی گستاخی کرتا ہے۔

67- مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے ہے کہ عمر قید کی متبادل سزا' جیسا کہ دفعہ 295 سی پاکستان ضابطہ تعزیرات میں مقرر ہے' احکاماتِ اسلام سے متصادم ہے جو قرآن پاک اور سنت میں دیئے گئے ہیں' لہٰذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔

68- ایک شق کا مزید اضافہ اس دفعہ میں کیا جائے' تاکہ وہی اعمال اور چیزیں جب دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہی جائیں وہ بھی اسی سزا کے مستوجب جرم بن جائے جو اوپر تجویز کی گئی ہے۔

69- اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو دستور کے آرٹیکل 203(3) کے تحت ارسال کی جائے' تاکہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کیے جائیں اور اسے احکاماتِ اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔ اگر 30/ اپریل 1991ء تک ایسا نہیں کیا جائے تو "یا عمر قید" کے الفاظ دفعہ 295 سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔

دستخط

جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس

جسٹس عبدالکریم خاں کندی

جسٹس عبادت یار خاں

جسٹس عبدالرزاق اے تھیم

جسٹس فدا محمد خاں

(PLD 1991FSC 10)

حواشی

1- پہلی شریعت پٹیشن نمبر 1۔ایل 1984ء میں دفعہ 295۔اے تعزیرات پاکستان کو چیلنج کیا گیا تھا' جس میں توہین مذہب کی سزا دو سال مقرر تھی اور گستاخ رسول ﷺ کی سزا بھی یہی تھی' اس لیے مطالبہ کیا گیا تھا کہ توہین رسالت کی سزا' سزائے موت بطور حد مقرر کی جائے۔

2- مقننہ نے' توہین مذہب کی سزا جو دو سال تھی' میں از خود ترمیم نہیں کی۔اصل واقعہ ہے کہ جب فاضل عدالت نے پہلی درخواست توہین رسالت پر اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا تو درخواست گذار نے 295 سی کا مسودہ قانون تیار کیا جسے مرحومہ آپا نثار فاطمہؒ ایم۔این۔اے نے اسمبلی میں پیش کیا' لیکن اس وقت کے وزیر قانون خان اقبال احمد خان اور مذہبی جماعتوں کے اراکین اسمبلی بھی اس بل کے حق میں نہیں تھے جو بصد مشکل عمر قید پر راضی ہوئے' لیکن بعد میں عوام کے دباؤ پر عمر قید کے ساتھ سزائے موت کا اضافہ کر دیا اور عدالت کو اختیار دے دیا کہ وہ ان دونوں سزاؤں میں جو سزا بھی مناسب سمجھے' توہین رسالت کے مجرم کو دے سکتی ہے' جس پر دوبارہ مقدمہ مذکور الصدر وفاقی شرعی عدالت میں دائر کیا گیا' جس میں مطالبہ کیا گیا کہ صدر مملکت اور حکومت پاکستان کو ہدایت کی جائے کہ وہ توہین رسالت کی سزا بطور حد صرف سزائے موت مقرر کریں۔(م۔ا)

3- زیدؓ سے نہیں' بلکہ اسامہ بن زیدؓ سے حضور ﷺ نے مشورہ طلب فرمایا تھا۔(م۔ا)

4- عبیداللہ بن ابی رافع' حضرت علیؓ کے کاتب (سیکرٹری) رہے ہیں (م۔ا)

5- حزم واحتیاط کا تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ ادب میں اب بھی یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے' کیونکہ اس وقت بھی اس کے مخاطب اہل ایمان ہی تھے جو اس لفظ کے سوائے ''توجہ فرمایئے'' کے کوئی اور معنی سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔حق سبحانہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے لفظ ''راعنا'' کا استعمال تا قیامت ممنوع قرار دیا ہے۔صحابہ کرامؓ کے ذہنوں میں اس لفظ کا گستاخانہ مفہوم آ ہی نہیں سکتا تھا۔اس کے باوجود انہیں بھی اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا گیا۔ بایں وجہ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کی رائے سے بصد ادب اختلاف ہے۔(م۔ا)

6- جہاں تک رسالت کا تعلق ہے' تفریق نہیں کی گئی لیکن جہاں انبیائے کرام علیہ السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت کا تعلق ہے' اس سے قرآن نے انکار نہیں کیا بلکہ تصدیق کی ہے اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ حضور ختمی مرتبت سردار الانبیاء ہیں۔(م۔ا)